یوسف نون ۞

''دیوانِ درد''— مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی و ڈاکٹر نسیم احمد: تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Poetry Collection of Meer Dard (Dewan-e-Dard), Edited by Khalil ur Rehman Dawoodi and Dr. Nasim Ahmad

By *Yousuf Noon, Research Scholar, Bahauddin Zakaria University, Multan.*

ABSTRACT

Khwaja Meer Dard is a renowned Urdu classical poet. His concise poetry collection is of great importance. But its repeated printing has caused to bring into its text a lot of mistakes. Criticism and research on this text have always been a need of the time. To fulfill this requirement in Pakistan, *Dewan-e-Dard*, edited by Khalil-ur-Rehman Dawoodi, and in India *Dewan-e-Dard*, edited by Dr. Ahmad Nasim, have been published. These publications fulfill the requirements of criticism and research to some extent. In this article, analytical examination of the above mentioned manuscripts has been presented. The works of both editors have been examined separately. In the article, method of editing and tools for research have also been explained in detail. Moreover, the manuscripts have also been ranked.

Keywords: Dewan, Meer Dard, Dawoodi, Nasim, Pak, India.

اٹھارویں صدی میں شمالی ہند کے برگزیدہ صوفی خانوادے کے چشم و چراغ، کلاسیک شاعر و عملی صوفی خواجہ میر دردؔ نجیب الطرفین سیّد ہیں۔ وہ نہ صرف متصوفانہ پس منظر کے حامل ہیں، بلکہ شعری پس منظر بھی رکھتے ہیں۔ ان کے والد ماجد خواجہ ناصر عندلیب ایک باعمل صوفی بھی تھے اور فارسی کے مایہ ناز شاعر بھی، میر درد کو عنفوانِ شباب سے سپہ گری کا

۞ ریسرچ اسکالر، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان

شوق ہو چلا تھا۔ جب کہ وہ عروجِ شباب میں پوشاکِ سپہ گری اتار پھینکنے کے بعد خرقۂ فقر زیب تن کر لیتے ہیں۔ جہاں اس زمانے کے دیگر شعرا سیاسی، سماجی، معاشرتی و معاشی حالات سے تنگ اور گردش روزگار سے متاثر ہو کر دلی سے ہجرت کر رہے تھے، اسی دوران میں دردؔ کا آستانہ ادبی، تہذیبی اور روحانی اعتبار سے ایک مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور مرجعِ خلائق تھا۔ ان کی خانقاہ صاحبان ذوق کے لیے ادبی و روحانی پناہ گاہ کا درجہ رکھتی تھی۔ جہاں شعر و شاعری کی محفلیں بر پا ہوتیں۔محفل نغمہ و غنا سجتی، خانقاہ کی فضا نغمہ و ساز سے گونجتی رہتی۔[۱] خواجہ میر دردؔ اس طرح اپنے عہد کی روحانی اور تہذیبی شخصیت کی علامت کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ ان کی تنہا شخصیت میں پورا ہندوستان سمٹا نظر آتا ہے۔ ان کا زمانہ (اٹھارویں صدی) انھیں ایک باعمل اور نظریہ ساز صوفی کے طور پر جانتا ہے۔مگر وہ موجودہ صدی میں ایک شاعر کی حیثیت سے زیادہ معروف ہیں۔ دردؔ کی شخصیت کے تین اہم پہلو ہیں۔تصوف،شاعری اور موسیقی۔ یہ تینوں رخ انھیں پورے طور پر اپنی تہذیب سے جوڑتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر نجیب جمال:

> میر تقی میرؔ ایک تہذیبی شاعر تھے تو دردؔ ایک مکمل تہذیبی شخصیت کے حامل تھے۔جس کا واضح ثبوت تہذیبی حلقوں میں ان کا گہرا اثر و نفوذ ہے۔[۲]

وہ باعمل صوفی ہیں اور خالص شاعر، ان کے ہاں شاعری میں متصوفانہ واردات سے کہیں زیادہ وارداتِ عشق کا بیان ملتا ہے۔ دردؔ کی شاعری کا دقیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو پورے طور پر آشکار ہوتا ہے کہ ان کی شاعری دراصل عشقیہ شاعری ہی ہے۔ ان کے ہاں عشق مجازی کے ساتھ ساتھ عشق حقیقی کی واردات کا بیان بھی مل جاتا ہے۔کہیں کہیں تو حقیقت و مجاز کی سرحدیں باقی نہیں رہتیں۔

ان کی شاعری ایک طرح کے احساسِ صادق سے مزیّن نظر آتی ہے۔جس میں عشق و عقل، جبر و اختیار، خلوت و انجمن، بے ثباتی و بے اعتباری، بقاو فنا، مکاں و لا مکاں، وحدت و کثرت، جز و کل، سفر در سفر، وجودیت،توکل اور فکر کے کثرت سے مضامین ملتے ہیں۔ دردؔ کے مسائلِ تصوف اور صوفیانہ حسیت کے حامل اشعار کی بھی کثرت ہے۔مگر انھیں محض ایک صوفی شاعر قرار دینا ان کی شاعری کے ساتھ سراسر نا انصافی ہوگی۔ بقول شمیم حنفی: ان کے ہاں معاصرین سے کہیں زیادہ وجود کی غایت اور اس سے وابستہ حقیقتوں کے مضمرات پر سنجیدہ غور و فکر کا میلان ملتا ہے۔ اس لیے دردؔ کا مختصر دیوان انسانی ہستی کے امکانات، اس کی ہزیمت اور شکستہ پائی، مجبوری اور ناتوانی کا ایک پر اثر مرقع ہے۔ وہ دردؔ کو اردو کی شعری روایت کا پہلا وجودی شاعر قرار دیتے ہیں۔[۳]

اس لیے آج دردؔ کے کلام کو ان کے زمانہ، معاشرتی و فکری ماحول اور ان کی نجی و ذاتی شخصیت کے حوالے سے دیکھنے اور پڑھنے کی اشد ضرورت ہے۔ دردؔ خود موسیقی کے ماہر بھی تھے۔یہی موسیقیت ان کے کلام میں بھی در آئی ہے۔

خواجہ میر دردؔ کا اردو دیوان غالبؔ کے دیوان کی مانند بہت مختصر ہے۔ یہ مختصر دیوان سراپا انتخاب ٹھہرتا ہے۔ کلام دردکی اہمیت کے پیش نظر ہر دور میں دیوان دردؔ کے کئی کئی ایڈیشن سامنے آتے رہے ہیں۔ بدقسمتی سے اکثر وبیش تر اغلاط سے پُر اور غیر تحقیقی ایڈیشن ہیں۔ ہر دور میں دیوان درد کے تحقیقی وتنقیدی ایڈیشن کی ضرورت رہی ہے۔ پاکستان میں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خلیل الرحمٰن داؤدی کا مرتبہ ''دیوانِ دردؔ'' (۱۹۶۲ء) اور ہندوستان کے ڈاکٹر نسیم احمد کا مرتبہ ''دیوانِ دردؔ'' (۲۰۰۳ء) خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ دونوں مرتبین کے کام کا ایک تجزیاتی جائزہ پیش ہے۔

دیوان دردؔ مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی (۱۹۶۲ء)

''دیوانِ دردؔ'' کا یہ نسخہ پہلی بار ''اردو کلاسیک ادب'' کے اشاعتی پروگرام کے تحت ''ریڈنگ پرنٹنگ پریس لاہور'' سے چھپ کر فروری ۱۹۶۲ء میں ''مجلس ترقی ادب لاہور'' سے شائع ہوا ہے۔ فاضل مرتب نے متن سے پہلے ۱۲۵ صفحات پر مشتمل ایک مربوط ومبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے۔ یہ تفصیلی مقدمہ بارہ (۱۲) حصوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں متن سے زیادہ شاعر کی زندگی ان کے حسب ونسب اور تصانیف سے متعلق معلومات ملتی ہیں۔

مقدمہ کا حصہ اوّل ''ابا و اجداد خواجہ میر دردؔ'' سے متعلق ہے جس میں خواجہ میر دردؔ کے نجیب الطرفین شجرہ نسب کا کھوج لگایا گیا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب والد کی طرف سے گیارہ پشتوں کے بعد حضرت بہاؤ الدینؒ نقشبند سے جا ملتا ہے، جو سلسلہ نقش بندیہ کے سرخیل تھے۔ والدہ کی جانب سے ان کا شجرہ نسب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے جڑا ہوا ہے۔ اس حصہ میں فاضل مرتب نے شجرہ نسب خواجہ بہاؤ الدینؒ نقشبند سے شروع کر کے خواجہ میر دردؔ کے دادا نواب ظفر اللہ خاں تک لے جاتے ہیں۔

دوسرا حصہ خواجہ میر دردؔ کے والد ماجد ''خواجہ محمد ناصر عندلیب سے متعلق ہے۔ جس میں ان کی پیدائش سے وفات تک کے مکمل حالات کا تعارف کرایا گیا ہے۔۔اس حصہ میں خواجہ ناصر عندلیب کی دو تصانیف ''نالۂ عندلیب'' اور ''رسالہ ہوش افزا'' کے علاوہ ان کے مختصر فارسی ''دیوانِ عندلیب'' کا جائزہ شامل ہے۔ جائزہ کے علاوہ ان کے اپنے معاصرین میں مقام ومرتبہ بھی متعین کیا گیا ہے۔

تیسرا حصہ ''حالاتِ خواجہ میر دردؔ'' پر مشتمل ہے۔ ''حالات خواجہ میر دردؔ'' فراہم کرنے میں فاضل مرتب نے دستیاب تمام فارسی و اردو تذکروں سے استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے خواجہ میر دردؔ کے نام، نسب، تخلص، پیدائش، تعلیم و تربیت، سپہ گری، عقیدت، واردات، موسیقی وسماع، دردؔ کی سجادہ نشینی، دردؔ کا مذہب، درد کی عسیر الحالی اور ان کے دلی سے جڑے حالات و واقعات کو خاصی تحقیق اور چھان پھٹک کے بعد پیش کیا ہے۔ خلیل الرحمٰن داؤدی دردؔ کی سماع وموسیقی میں دل چسپی سے متعلق لکھتے ہیں؛

درد کو سماع کا شوق طبعی تھا۔ چوں کہ نقش بندی سلسلے میں سماع ممنوع ہے اور درد اس کے دلدادہ تھے۔ اس لیے سری رام دہلوی نے تو ''خُم خانۂ جاوید'' میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ''وہ خاندانِ چشتیہ میں سجادہ نشین تھے''۔ لیکن یہ غلط ہے۔ درد نقشبندی مجددی محمدی تھے۔ وہ چشتیہ خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ (۴)

آخر میں کئی فارسی اور اردو کے درد کے معاصر اور مابعد کے ''تذکرہ نگاروں کے گُل ہائے عقیدت'' مجتمع کر کے پیش کیے گئے ہیں۔

مختلف تذکروں کی روشنی میں میر درد کی وفات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جن میں کافی اختلاف ہے۔

چوتھا حصہ ''شاگردانِ خواجہ میر درد'' کا احاطہ کرتا ہے۔ اس حصہ میں بھی درد کے معاصر اور مابعد کے تذکروں سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کے شاگردوں میں قائم شیخ محمد قیام الدین قائم چاندپوری، ہدایت اللہ خان، حکیم ثناء اللہ خان فراق، خواجہ محمد اثر، میر محمد علی بیدار، مرزا محمد اسماعیل طپش، خواجہ میر الم کے حالات وتعارف کے ساتھ ساتھ نمونۂ کلام بھی پیش کیا گیا ہے۔ خواجہ میر درد کے ہندو شاگردوں میں نرائن داس بے خود دہولی، جھمن ناتھ جھمن، لالہ بالمکند حضور کھتری اور بھکاری لال عزیز دہلوی کے تذکرے بھی ہیں۔

پانچواں حصہ ''جائزہ تصانیف خواجہ میر درد'' پر مبنی ہے۔ جس میں مختلف تذکروں کی مدد سے درد کی تصانیف کا کھوج لگایا گیا ہے۔ اردو فارسی دواوین کے ساتھ دیگر فارسی کتب کو ملا کر تمام تصانیف کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے۔ اسی طرح چھٹا حصہ بھی تصانیف میر درد سے ہی متعلق ہے جس میں ''تصانیف فارسیہ خواجہ میر درد'' کا بھی تفصیلی تعارف کرایا گیا ہے۔

فارسی تصانیف میں ان کا مختصر فارسی رسالہ، ''اسرار الصلوٰۃ'' اور کتب میں ''واردات''، ''علم الکتاب''، ''نالۂ درد''، ''آہِ سرد''، ''شمعِ محفل''، ''دردِ دل''، ''حرفِ تمنا''، ''واقعاتِ درد''، ''سوزِ دل'' اور ''دیوانِ فارسی'' شامل ہیں۔

ساتواں حصہ ''دیوانِ اردو خواجہ میر درد'' کا تعارف ہے۔ اس حصہ میں ''دیوان درد'' اردو میں موجود ردیف وار غزلوں کی ترتیب سے ہر ردیف کی غزلوں کے تمام اشعار کی تعداد دی گئی ہے۔ جس میں خلیل الرحمٰن داؤدی کی تحقیق کے مطابق غزلیہ اشعار کی تعداد ۱۲۷۴، رباعیات متفرق، رباعیات مستزاد، مخمسات اور ترکیب بند اشعار کی تعداد ملا کر کُل دیوان میں اشعار کی تعداد ۱۴۴۹ بتائی گئی ہے۔

آٹھواں حصہ: ایسے اشعار کا کھوج لگایا گیا ہے جو ان کے کسی بھی دیوان کا تو حصہ نہیں ہیں مگر مختلف تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں نقل کیے ہوئے ہیں، خلیل الرحمٰن داؤدی نے تین (۳) ایسے اشعار میر حسن دہلوی کے تذکرہ سے

جب کہ چھبیس (۲۶) اشعار نواب علی ابراہیم خان خلیلؔ کے تذکرہ ''گلزارِ ابراہیم'' سے تلاش کیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ تذکرہ شعرا مصنفہ ابنِ امین اللہ طوفان میں سے بھی ۱۲ اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ مزید کلام کی بھی مختلف ذرائع سے نشان دہی کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں:

> خواجہ میر اثرؔ برادر خواجہ میر درد دہلوی نے لکھا ہے۔ کہ خواجہ میر دردؔ نے ۱۰۰ اشعار تصنیف کر کے انھیں یعنی خواجہ میر اثرؔ کو عطا کر دیے تھے۔ وہ اشعار مثنوی ''خواب و خیال'' میں شامل ہیں لیکن اثر کے کلام کے ساتھ اس طرح مخلوط ہیں کہ انھیں علاحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہے دردؔ کے اس کلام کی کیفیت جو ان کے مروجہ دیوانوں میں موجود نہیں ہے۔ (۵)

نواں حصہ: خواجہ میر دردؔ کے کلام پر ''تبصرہ'' ہے۔ اس حصہ میں سب سے پہلے درد کی شاعری سے متعلق نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ خلیل الرحمٰن داؤدی نے سب سے پہلے دردؔ کی شاعری کا ''حقائق و معارف اور اسرارِ تصوف'' کے موضوع کے تحت جائزہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ دردؔ کی شاعری میں بے ثباتیٔ کائنات، شوخیٔ رندانہ و شبابیاتِ عاشقانہ، وارداتِ قلبیہ، معاملہ بندی، حسرت و یاس، خلش عشق، خمریات و امرد پرستی، ایسے موضوعات کشید کیے ہیں۔ اس کے علاوہ تشبیہات و استعارات، محاورات، سادگی اور تاثیرِ کلام، ایسے شعری عناصر کی بھی نشان دہی کی ہے۔ وہ خمریات و امرد پرستی کے موضوع کے تحت لکھتے ہیں:

> خواجہ میر دردؔ اگرچہ صوفی شاعر تھے۔ ان کے یاں اسرارِ معرفت، رموزِ تصوف اور اخلاقیات کے نہایت اشعار ملتے ہیں۔ لیکن ان کے ہر شعر کی توجیح کر کے اسے حقّانی نہیں کہہ سکتے۔ یہ مانا کہ ان کا محبوب ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ لیکن بعض اشعار ایسے ہیں کہ ان کی کوئی توجیح یا تاویل پیش نہیں کی جا سکتی اور وہ قطعاً مجازی ہی کہلائیں گے۔ ان میں سے بعض کو اگر مبتذل بھی کہہ دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ محبوب کے خط سے ہم اللہ تعالیٰ کا رخ روشن کا سبزہ تو مراد نہیں لے سکتے۔ ایسے اشعار کو جن میں سبزہ خط آیا ہے۔ یقیناً امرد پرستی پر محمول سمجھیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دردؔ نے ایسے اشعار روایتاً اور رسمی طور پر کہے ہیں۔ (۶)

اگرچہ دخترِ رز کے ہے محتسب در پے
جو ہو سو ہو پہ اسے اب تو یاد رکھتے ہیں

مدت کے بعد خط سے یہ ظاہر ہوا کہ عشق
تیری طرف سے حسن کے دل میں غبار تھا

آخر میں غزلیات و رباعیات اور چند متفرق اشعار کا انتخاب دیا گیا ہے۔ دسواں حصہ: دردؔ، میرؔ اور سوداؔ کی ہم طرح غزلیں پیش کی گئی ہیں اور ان شعرا کا آپس میں موازنہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ صرف دو شعرا کے درمیان موازنہ ہے۔ مرزا سوداؔ کو قصیدے کا شاعر قرار دے کر اسے مقابلے سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ اس موازنے میں خلیل الرحمٰن داؤدی نے میر تقی میرؔ کے اشعار انتخابِ مولوی عبدالحق سے لیے ہیں اور ان خاص منتخب اشعار کے مقابلے میں میر دردؔ کے عام اشعار پیش کیے ہیں، جو میر تقی میرؔ کے ان اشعار سے کہیں بہتر ہیں۔

گیارہواں حصہ ''طباعتِ کلامِ دردؔ'' کے جائزے پر مبنی ہے۔ اس حصہ میں کلامِ دردؔ کے چھ سات مطبوعہ نسخوں کا نہایت مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ان سات مطبوعہ نسخوں میں سب سے پہلا نسخہ مولوی امام بخش صہبائی کا ہے جسے انھوں نے ڈاکٹر اسپرنگر کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔ اس نسخے کی بنیاد نسخۂ کتب خانہ ہائے شاہانِ اودھ لکھنؤ پر رکھی گئی ہے۔ دوسرا مطبوعہ نسخہ مطبع کبیری سہسرام کا ہے۔ جو ۱۸۴۵ء میں طبع ہوا تھا۔ جس تیسرے نسخے کا ذکر ہے، وہ مطبوعہ، مطبع محمدی لکھنؤ کا ہے۔ اس کا ایک نسخہ ''کتب خانہ مشرقیہ پٹنہ'' میں محفوظ ہے اور ناقص الآخر ہے۔ مذکورہ مطبوعہ چوتھا نسخہ مرتبہ محمد حسین تحسین کا ہے۔ جو ۱۸۵۵ء میں مطبع مصطفائی دہلی سے طبع ہوا۔ پانچواں نسخہ عبدالباری آسی کے مقدمہ کے ساتھ ۱۹۲۹ء میں ''مطبع نول کشور لکھنؤ'' سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہے۔ چھٹا نسخہ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خان شیروانی کا مرتبہ اور ۱۹۲۳ء میں مطبع نظامی بدایوں سے مطبوعہ ہے۔ ان کے علاوہ جو بھی پاکستان و ہندوستان سے میر دردؔ کے دیوان کے نسخے شائع ہوئے ہیں۔ ان سب کو طباعت اور متن کی پیش کش کے اعتبار سے غیر صحت مند قرار دے کر مرتب ''دیوانِ دردؔ'' کی از سرِ نو تدوین کی گنجائش نکال لیتے ہیں۔(۷) فاضل مرتب نے تدوین کے عمل پر توجہ کرنے کی بجائے اپنا سارا زورِ قلم مقدمہ پر صرف کیا ہے۔ مقدمہ کے زیادہ تر حصے سوانحی کوائف پر مبنی ہیں۔ جتنی توجہ مقدمہ پر صرف کی گئی ہے، اگر اس سے چوتھائی توجہ متن کی ترتیب و تدوین پر کی جاتی تو یہ کام نہایت شاندار ہوتا۔ مقدمہ کے اختتامیہ میں فاضل مرتب خود رقم طراز ہیں:

> خواجہ میر دردؔ کے کلام پر مقدمہ لکھتے وقت میں نے قدرے شرح و بسط سے کام لیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میر دردؔ کا کلام سمجھنے کے لیے ان محرکات اور عوامل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جن سے ان کی شاعری متاثر ہوئی۔ دردؔ کی شاعری ان کی شخصیت کی آئینہ دار ہے اور ان کی شخصیت پر ان کی جدی روایات خانگی ماحول، بزرگوں کے افکار و

آرا اور اس عہد کے سیاسی حالات اثر انداز ہوئے ہیں۔[۸]

خلیل الرحمٰن داؤدی میر دردؔ کی شاعری کو ان کی شخصیت اور خاندانی پس منظر کے آئینے میں دیکھنے اور پرکھنے کے قائل ہیں۔ اس عمل کو میر دردؔ کی تفہیم کے لیے احسن سمجھتے ہیں۔ مقدمہ کو اسی خاطر ذاتی و خاندانی حالات و کوائف کی کھتونی بنا کے پیش کیا ہے۔

''دیوان دردؔ''، مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کی تصحیح و ترتیب کے لیے گیارہ نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جن میں دو (۲) مخطوطات اور نو (۹) مطبوعہ نسخے ہیں۔ انھوں نے سب سے اہم نسخہ جسے بنیادی و اساسی نسخہ بنایا ہے۔ اس کا تعارف آدھی سطر میں دیا ہے جسے وہ فقط مجموعہ غزلیاتِ دردؔ (مخطوطہ) کتابت، حینِ حیات مصنف (مملوکہ راقم السطور)[۹] دوسرا مخطوطہ مخزونہ ''کتاب خانہ جامع پنجاب لاہور'' ہے جس کا کاتب محمد امین بیگ اور سنِ کتابت ۱۲۴۴ء درج ہے۔

مطبوعہ نسخوں میں ''دیوان اردو خواجہ میر دردؔ'' مطبوعہ نول کشور اور ''دیوان درد اردو'' مرتبہ محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں، جس کا طبع اوّل ۱۹۲۳ء کا ہے۔ مرتب کے سامنے اس کا تیسرا ایڈیشن ہے، جس کا سال اشاعت ۱۹۳۹ء کا ہے، جس کا سال اشاعت ۱۹۳۹ء ہے۔ اس کے علاوہ پانچواں نسخہ ''دیوان دردؔ''، مطبوعہ شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور، طبع چہارم ۱۹۴۴ء، جب کہ چھٹا نسخہ، ''دیوان خواجہ میر دردؔ ہندی'' مطبوعہ مطبع اسدی، لکھنؤ ہے۔ اس نسخے کا سنِ تصنیف ندارد ہے۔ اوپر مذکور نسخوں کی مانند یہ نسخہ بھی مخزونہ ''کتاب خانہ جامعہ پنجاب لاہور'' ہے۔ ساتواں نسخہ ''دیوان اردو خواجہ میر دردؔ''، جو مطبوعہ مطبع نول کشور ہے۔ اس نسخے کا سن طباعت ۱۹۲۹ء ہے اور اس کا مقدمہ عبدالباری آسی نے تحریر کیا ہے۔ آٹھواں نسخہ ''شرح دردؔ'' از خواجہ محمد شفیع دہلوی، مطبوعہ ''محبوب المطابع پریس دہلی'' سے ۱۹۴۱ء کو طبع ہوا ہے۔ نواں نسخہ ''دیوان خواجہ میر دردؔ''، مطبوعہ ''مطبع مصطفائی محمد حسین دہلی'' کا ہے، جس کا سنِ اشاعت ۱۸۵۵ء ہے۔ اس نسخے پر مطبع کے مالک محمد حسین تحسین نے مقدمہ لکھا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں نسخے ''کتاب خانہ عامہ پنجاب لاہور'' کے مخزونہ بتائے گئے ہیں۔ دسواں نسخہ ''دیوان خواجہ میر دردؔ''، مطبوعہ ''مطبع افتخار دہلی بہ اہتمام محمد ابراہیم'' ہے۔ اس نسخے کا سنِ طباعت ۱۳۰۹ھ درج ہے۔ گیارھواں نسخہ ''دیوان خواجہ میر دردؔ'' ہے۔ اس نسخے کا بھی مطبع افتخار دہلی ہے، سنِ طباعت ۱۸۹۲ درج کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں نسخے ''کتاب خانہ مجلس ترقی ادب، لاہور'' کے مخزونہ ہیں۔

ان تمام نسخ کے مخزونہ اور مملوکہ ہونے کا جائزہ لیا جائے تو تمام کے تمام لاہور کے کتب خانوں کی ملکیت ہیں۔ نسخے کی تلاش کے سلسلے میں فاضل مرتب نے اپنے شہر سے باہر تک جانے کی زحمت ہرگز گوارہ نہیں کی۔ اس کے علاوہ تدوین کا عمل جدید سائنٹفک طریق پر انجام دینے کی بجائے قدیم طریقے کو اپنایا ہے۔ اختلافِ نسخ کو تفصیلی طور پر الگ

سے بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ وضاحت و اختلاف نسخ کو پاورقی نوٹ کی صورت میں پیش کر دینے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ طریقہ ملاحظہ ہو:

غنیمت ہے یہ دید وادید یاراں
جہاں مند گئی آنکھ[ا] میں ہوں نہ تو ہے

پاورقی نوٹ کے طور پر اس شعر کا اختلافِ نسخ یوں دیا گیا ہے: ''ا نسخہ ہائے بدایونی و انصاری و مصطفائی میں یہ مصرع یوں ہے؛

''جہاں آنکھ مند گئی نہ میں ہوں نہ تو ہے۔''[(۱۰)]

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

اس زیست کا اعتبار کیا ہے
کوئی دم میں یہ زندگی ہوا ہے

اس کی پاورقی وضاحت اس طرح دی گئی ہے: ''و' کوئی کا واؤ نہیں پڑھا جائے گا۔''[(۱۱)]

ڈاکٹر نسیم احمد خلیل الرحمٰن داؤدی کے اس کام سے متعلق یوں نکتہ چیں ہیں:

> طویل و بسیط مقدمے کے ساتھ شائع شدہ دیوان کو تدوینِ متن کے سائنٹفک اصولوں کے مطابق، خاصے اہتمام اور صحتِ متن کی پابندی کے ساتھ مدون ہونا چاہیے تھا، لیکن ایسا نہیں ہوا ہے۔ مرتب نے جتنی کھکھیڑ مصنف کے حالات یک جا کرنے میں اٹھائی ہے اور جس قدر وقت عزیز مقدمہ نگاری کی نظر کیا ہے اگر اس کا عشرِ عشیر بھی دیوان کی تیاری پر صرف کیا ہوتا۔ نیز دستیاب قلمی و مطبوعہ نسخوں کی مدد سے متن درست کر لیا ہوتا تو یقیناً ان کا یہ کارنامہ اہل علم کی نظروں میں مستحسن قرار پاتا۔[(۱۲)]

''دیوان دردؔ'' مرتبہ: ڈاکٹر نسیم احمد (۲۰۰۳)

ہندوستان سے ڈاکٹر نسیم احمد کا مرتبہ ''دیوان دردؔ'' ۲۰۰۳ء میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی سے شائع ہوا ہے۔ فاضل مرتب نے ترتیب و تدوینِ متن کے دوران چوبیس نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں سولہ ۱۶ نسخے قلمی مخطوطے یا غیر مطبوعہ مسودے ہیں، جب کہ آٹھ (۸) مطبوعہ نسخے ان کے سامنے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف گیارہ تذکروں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ سہولت کی خاطر تمام نسخوں اور تذکروں کی پہچان کے لیے علامات کا نظام

وضع کیا گیا ہے۔

قلمی نسخوں میں ''نسخۂ بنارس'' بنارس ہندو یونی ورسٹی (سنٹرل لائبریری) وارنسی کے لیے (ب)، ''نسخۂ رام پور'' رضا لائبریری رام پور کے لیے (ض)، ''نسخۂ علی گڑھ'' مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، (یونی ورسٹی کلیکشن) کے لیے (علی)، ''نسخۂ حیدر آباد'' مخطوطہ نمبر ب ۵۳، سر سالار جنگ میوزیم، حیدر آباد (بھارت) کے لیے (م)، ''نسخۂ حیدر آباد'' مخطوطہ نمبر ۵۷ سر سالار جنگ میوزم، حیدر آباد (بھارت) کے لیے (ل) دیوان درد مکتوبہ ۱۱۹۴ھ ''نسخۂ فضل امام'' ذاتی ذخیرۂ کتب ڈاکٹر فضل امام کے لیے (نقش)، ''نسخۂ حیدر آباد'' مخطوطہ نمبر ۴۸۱ اورئینٹل منسکر پٹ لائبریری، حیدر آباد کے لیے (ش)، ''نسخۂ علی گڑھ'' مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ (احسن کلیکشن) کے لیے (حسن) ''نسخۂ پٹنہ'' مخطوطہ نمبر ایس ایل ۵۰ خدا بخش لائبریری پٹنہ بہار کے (خد)، ''نسخۂ پٹنہ'' حیدر آباد، مخطوطہ نمبر ۵۹ سر سالار جنگ میوزیم حیدر آباد (بھارت) کے لیے (ج)، ''نسخۂ بھوپال'' مولانا آزاد سینٹرل لائبریری بھوپال کے لیے (فو) ''نسخۂ کراچی''، انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان کے لیے (ک)، ''نسخۂ لاہور'' پنجاب یونی ورسٹی لائبریری لاہور پاکستان کے لیے (لا) اور ''نسخۂ آغا جمیل''، کتب خانہ آغا جمیل کاشمیری بنارس کے لیے (آغا) کی علامات مختص کی گئی ہیں۔

مطبوعہ نسخوں میں ''نسخۂ مطبع کبیری'' کتب خانہ غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی، مطبوعہ ۱۸۵۰ء کے لیے (ک)، ''نسخۂ مطبع محمدی'' مطبوعہ: ۱۸۵۰ء کے لیے (محمدی)، ''نسخۂ مطبوعہ انصاری دہلی'' مطبوعہ، ۱۳۱۰ھ کے لیے (نص)، ''نسخۂ مطبع نظامی' مطبوعہ ۱۹۲۲ء کے لیے (مط)، ''نسخۂ آسی'' مطبع نول کشور لکھنؤ کے لیے (آ)، ''نسخۂ داؤدی'' مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی، مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء کے لیے (د)، ''نسخۂ محبوب المطابع''، مطبوعہ: ۱۹۵۸ء کے لیے (مرکز) نسخۂ رشید، مرتبہ رشید حسن خان، مطبوعہ مکتبہ جامعہ دہلی، ۱۹۷۱ء کے لیے (ر) کی علامات برتی گئی ہیں۔ اس طرح گیارہ تذکروں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ان تذکروں کے بھی مخففات متعین کیے گئے ہیں۔ تذکرہ ''نکات الشعرا'' از محمد تقی میر کے لیے (نکات)، تذکرہ ''ریختہ گویاں'' از فتح علی گردیزی کے لیے (گر) ''مخزن نکات'' از قائم چاند پوری، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ۱۹۲۹ء کے لیے (مخزن)، ''مخزن نکات از قائم چاند پوری'' مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۶ء کے لیے بھی (مخزن) تذکرہ ''شعراے اردو'' از میر حسن کے لے (شمع) ''تذکرۂ شورش'' مرتبہ کلیم الدین احمد کے لیے (شکل)، ''تذکرہ ہندی'' از غلام ہمدانی مصحفی کے لیے (ہند)، ''مجموعۂ نغز'' از حکیم قدرت اللہ قاسم کے لیے (نغر)، ''طبقاتِ سخن'' از مبتلا و عشق میرٹھی کے لیے (طب)، ''طبقات الشعرا'' از قدرت اللہ شوق کے لیے (شوق) اور ''تذکرہ گلزارِ ابراہیم'' از علی ابراہیم خان خلیل کے لیے (گل) کے مخففات استعمال کیے گئے ہیں۔

فاضل مرتب نے ان تمام نسخوں کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔ نسخے کی ظاہری و باطنی حالت کے ساتھ ساتھ اس میں برتے جانے والی املا کی روش کی بھی مثالوں سے وضاحت کی ہے۔ نسخۂ حیدر آباد (ل) سر سالار جنگ میوزیم بھارت کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

> مخطوطہ نمبر ۵۷، تعداد صفحات، ۱۱۸، غزلیات درد، صفحہ ۲، سے شروع ہو کر صفحہ ۱۱۰ پر ختم ہو جاتی ہیں۔ بقیہ ۸ صفحات پر سوداؔ کی غزلیں منقول ہیں۔ اصلاً دیوان دردؔ کا یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ غلطی سے دیوان سوداؔ کے اسی سائز کے کسی نسخے کے ابتدائی ۸ صفحات اس میں مجلد کر دیے گئے ہیں۔ مسطر ۱۱ سطری سائز ۲۲x۱۴ س م خط نستعلیق، کاغذ بوسیدہ، رنگ مٹیالا، دیوان کے پہلے صفحہ پر محترم الدولہ ۱۲۵۷ء اور مرزا جمال الدین حسین ۱۳۳۵ء کی ایک ایک مہر ہے۔ علاوہ ازیں خاتمے پر بھی دو مہریں ہیں ایک انھی محترم الدولہ کی اور دوسری غیر واضح ہے۔(۱۳)

ان نسخ کے تنوع سے مرتب کی محنت اور جاں فشانی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ فاضل مرتب نے ہندو پاک کے کتب خانوں سے مخطوطے اور مطبوعہ نسخے اکٹھے کیے ہیں۔ خلیل الرحمٰن داؤدی کی طرح اپنے شہر تو کیا ملک تک بھی محدود نہ ہو سکے۔ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن داؤدی نے اپنے مرتبہ ''دیوان دردؔ'' کی تدوین کے دوران ایسے مخطوطے سے استفادہ کا دعویٰ کیا ہے، جو مصنف کی زندگی ہی میں کتابت ہوا ہے۔ اس مخطوطے کی تلاش میں فاضل مرتب نے پاکستان تک کا بھی سفر کیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

> مصنف کی زندگی میں لکھا ہوا نسخہ، تحقیق و تدوین متن کے لیے کتنا اہم ہوتا ہے اور تصحیح متن کے عمل میں کس قدر معاونت کرتا ہے۔ یہ بات اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر راقم الحروف نے پاکستان کے سفر کے دوران داؤدی صاحب قبلہ سے بہ طور خاص ملاقات کی اور نسخے کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا۔ موصوف بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔ لیکن مخطوطے کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کچھ بتا سکنے میں معذوری ظاہر کی۔ غالباً اس وقت مخطوطہ ان کی تحویل میں نہیں تھا۔ کسی ادارے یا کتب خانے کی ملکیت میں دیا جا چکا تھا۔ چناں چہ یہ ناچیز کتاب ''محررہ حینِ حیات مصنف'' کی زیارت سے محروم رہا۔(۱۴)

فاضل مرتب نے ان تمام میں دو نسخوں کو اساسی نسخے کے طور پر چُنا ہے۔ ان میں ایک ''دیوان دردؔ'' قلمی مکتوبہ

۱۲۱۱ھ، مخزونہ سنٹرل لائبریری بنارس، ہندو یونی ورسٹی اور دوسرا ''دیوان دردؔ''، قلمی مکتوبہ ۱۲۱۵ھ، مخزونہ رضا لائبریری، رام پور شامل ہیں۔ انھوں نے روایتی انداز میں کسی ایک نسخے کو رائج قرار دے کر دوسرے نسخوں کے اختلافات کو سہل قاعدے کے تحت حاشیے میں درج کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے ہر ایک شعر کی صحیح صورت کو متعین کرنے کے لیے تمام نسخوں کے متون کو سامنے رکھا ہے[(۱۵)] اور مندرجہ ذیل طریقۂ کار کے مطابق تدوین کا عمل پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

۱۔ بعض ناگریز حالات میں جہاں انھیں کتابت کے اسقام کے سبب مصرع مہمل ہوتا نظر آیا، یا مصرع خارج از بحر یا وزن معلوم ہوا، وہاں فاضل مرتب نے قیاسی تصحیح سے کام چلایا ہے۔ دیوان کے صفحہ ۱۳۲ پر ردیف ''الف'' کی پینتیسویں (۳۵) غزل ہے۔ جس کے مطلع سمیت چار اشعار درج ہیں جب کہ حواشی متن کے صفحہ ۱۵۴ پر اسی غزل کے دو اشعار جو زائد دیے گئے ہیں ان میں ایک شعر نسخہ (نقش) دوسرا نسخہ (فو) میں سے ہے۔ نسخہ (نقش) کے اس شعر کی بابت قیاسی تصحیح سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

دل کوں اپنے کیا ہے تجھ پہ نثار
اے مری جان خوش نہیں آتا

اس شعر کے مصرعِ ثانی میں ''جان'' کی جگہ غزل کے دوسرے قافیوں یار تار، راز کی مناسبت سے کوئی لفظ ہونا چاہیے۔ بہ حالت موجودہ یہ شعر اس غزل کا نہیں ہوسکتا۔ اس کی اصلاح اس طرح البتہ کی جا سکتی ہے۔ ''اے مرے یار خوش نہیں آتا''۔ دوسرا امکان یہ بھی ہے کہ کاتب نے کسی مفرد شعر کو بر بنائے سہو اس غزل میں نقل کر دیا ہے۔[(۱۶)]

ردیف ''ن'' کی اکیسویں غزل جو دیوان کے صفحہ ۱۶۰ پر ہے۔ جس کا مقطع یوں ہے:

اے درد! سمجھ سہج نہ ان آنکھوں کا بہنا
چھالے کے تیئں دل کے مرے کوٹ بہی ہیں

اس مقطع کی بابت حوالہ متن میں، قیاسی تصحیح سے کچھ یوں کام لیا گیا ہے:

بیش تر نسخوں میں ''چھاتی'' چھپا ہے۔ جہاں نقطوں کا التزام نہیں ہے وہاں ''چھالے'' بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ بعد کے ایک خطی اور چند مطبوعہ نسخوں میں ''تیئں'' کو بدل کر ''طرح'' کر دیا گیا ہے۔ مصرع ثانی میں ''کوٹ بہی ہیں'' کی مناسبت سے ذہن چھاتی کی طرف منتقل ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اس صورت میں شعر بے معنی ہو جاتا ہے۔ چناں چہ قیاس کی بنیاد پر اسے ''چھالے'' بنا دیا گیا ہے۔[(۱۷)]

۲۔ تدوینِ متن کے دوران فاضل مرتب نے ایسے الفاظ جو عہدِ دردؔ میں بطور مؤنث برتے جاتے تھے اور آج مذکر لکھے یا بولے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ کچھ ایسے الفاظ جو دردؔ کے دور میں مذکر بولے یا لکھے جاتے تھے، آج وہ متفقہ طور پر مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔ ایسے تمام الفاظ کی تذکیر و تانیث موجودہ عہد کے مطابق بدلنے کی بجائے۔ قدیم طرز پر قائم رکھی گئی ہے۔ دردؔ نے ''دید'' کو مذکر باندھا ہے اور ''خواب'' کو ''مؤنث'' حالاں کہ موجودہ عہد میں یہ سراسر غلط ہے:

تو شام سے جو اے مرے خورشید رو گیا
انجم کی طرح، آئی نہ آنکھوں میں خواب رات

گلستان جہاں کا دید کیجو چشمِ عبرت سے

۳۔ قدیم طریق املا میں یاے معروف اور یاے مجہول میں امتیاز نہ برتا جاتا تھا۔ جس سبب تذکیر و تانیث میں فرق کرنا خاصا دشوار تھا۔ فاضل مرتب نے اس دشواری کو سہل بنا دیا ہے:

اے شیخ! ان بتوں نے مرے دل میں گھر کیا
تیرے سبب سے اور بھی مجھ پر غضب ہوا

۴۔ تڑپ کا قدیم املا ہاے مخلوط کے ساتھ ''تڑپھ'' ہے۔ ''دیوانِ دردؔ'' کے تمام قلمی نسخوں میں قدیم املا کے سبب وہی رہنے دیا گیا ہے۔ اس میں ردو بدل نہیں کیا گیا جس کا سبب اس املا کو ایک خاص عہد کی نمائندہ ہونا قرار دیا گیا ہے:

صدقے ترے، میں کب تئیں تڑپھا کروں عبث
ہے روز عید، آجت قربان کر مجھے

پھرتی رہی تڑپھتی ہی عالم میں جا بہ جا
دیکھا نہ میری آہ نے روئے اثر کہیں

کیا ہوا مر گئے، آرام ہے دشوار ہنوز
جی میں تڑپھے ہے بڑی حسرت دیدار ہنوز

۵۔ کچھ الفاظ کی املا جدید اصول املا کے مطابق بدل دی گئی ہے۔ مثلاً:

ڈھونڈ، ہونٹھ، جوٹھ، بھوکھ، پنٹھ، وغیرہ کا آخری حرف دوچشمی ھ کو قائم رہنے دیا گیا ہے۔ کیوں کہ قدما کے ہاں اسی حالت میں موجود ہیں:

ڈھونڈھا، پر اپنے دل میں تو کچھ چاہ ہی نہیں
ہم بھی فلک سے کرتے کسو چیز کی طلب

اے دردؔ! مثل آئینہ ڈھونڈھ اس کو آپ میں
بیرون در تو اپنی قدم گاہ ہی نہیں

پنٹھ مست ہے بوئے نرگس چمن میں
کسوکی تو آنکھ نے کی بادہ نوشی

میں سامنے سے جو مسکرایا
ہونٹھ اس کا بھی دردؔ ہل گیا تھا

آئندہ نہ کیجیے محبت
دنیا ہے پنٹھ ہی جائے عبرت

۶۔سامنے کی قدیم املا سامھنے ہے۔اسی قدیم صورت کومتن میں رائج قرار دیا گیا ہے۔مثلاً:

تجھ سے ظالم کے سامھنے آیا
جان کا میں نے کچھ خطر نہ کیا

میں کس طرح بتوں کے لا سامھنے جھکاؤں
دل تو دماغ اپنا کھینچے ہے آسماں پر

۷۔ یہاں وہاں کا قدیم تلفظ کو بروزن ''ناں'' قرار دیتے ہوئے''یھاں''، وھاں رہنے دیا گیا ہے۔ غالبؔ کے حوالے سے''یہاں''بروزن''دہاں''غیر فصیح قرار دیا گیا ہے:

ساقی! اب سب پکارتے ہیں گے
تیرے ہاتھوں سے یھاں لبریز لبریز

بے قرب مے کشی ہوئی عالم میں یہاں تئیں
ہے صرف شیشہ شیخ کی سنگ مزار تک

وہاں یہ پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا
پرورشِ غم ترے یہاں تئیں تو کی، دیکھا

۸۔''آپ ہی'' بمعنی خود''دیوان دردؔ'' کے نسخوں میں کثرت سے''آپھی'' برتا گیا ہے۔کہیں کہیں''آپ ہی'' ہے۔فاضل مرتب نے''آپھی''نقل کیا ہے:

جتنی بڑھتی ہے، اتنی گھٹتی ہے
آپھی آپ کٹتی ہے

کچھ آپھی گرا کے، آپھی کچھ چنتا ہے
کہتا ہے کچھ آپھی، آپھی کچھ سنتا ہے

۹۔قدیم انداز نگارش میں پیش اور زیر کی حرکات کو حروف علت''واؤ'' اور''ی'' سے ظاہر کیا جاتا تھا۔فاضل مرتب نے جہاں وزن میں فرق آتا تھا، وہاں من وعن لکھ دیا ہے۔مثلاً ایدھر، اُودھر، جیدھر، کیدھر وغیرہ:

ساقی! کیدھر ہے، کشتی مے
اب کے کھیوے میں پار ہیں ہم
جیدھر گزرے، پھرے ادھر سے
آواز کوہسار ہیں ہم
چشم عبرت سے دیکھ ایدھر
نقش لوح مزار ہیں ہم

جہاں وزن کا فرق آتا تھا۔ وہاں اِدھر، اُدھر، کِدھر، جِدھر اور پہونچنا کی بجائے پہنچنا برتا گیا ہے۔ایک ہی شعر میں دونوں حالتیں بھی ملیں گی:

پڑے جوں سایہ ہم تجھ بن ادھر اُودھر بھٹکتے ہیں
جہاں جا ہیں قدم رکھیں تو پہلے سر پٹکتے ہیں

ہم کسی راہ سے واقف نہیں، جوں نور نظر
رہنما تو، ہی تو ہوتا ہے جدھر جاتے ہیں

آہ معلوم نہیں، ساتھ سے اپنے شب و روز
لوگ جاتے ہیں چلے، سو یہ کدھر جاتے ہیں

دار کو تو پہنچا معلوم ہے
کوئی یہاں فریاد سنتا بھی نہیں

۱۰۔معروف اور مجہول آوازوں میں امتیاز قائم رکھنے کے لیے علامات وضع کی گئی ہیں۔ واوٗ معروف پر الٹا پیش (ٗ) لگایا گیا ہے، جب کہ یائے معروف و مجہول کو قاری کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حسب ضرورت اعراب کا التزام کیا گیا ہے۔مگر اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ بے جا علامات و اعراب سے متن بوجھل نہ ہونے پائے:

اے شمع روٗ! زبس کہ تیرا نتظار تھا
میں ایک سا ہی شعلہ صفت بے قرار تھا

ہم نے بھی کبھو جام و سبو دیکھا تھا
جو کچھ کہ نہیں ہے۔ روٗبہ روٗ دیکھا تھا

۱۱۔ ''دیوان دردؔ'' کے قدیم قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں ''ط'' سے ''طپش'' درج تھا۔ فاضل مرتب نے اسے ''ت'' سے نقل کیا ہے:

تپش کو دل کی، میں جاتا تھا، یہ آنسو بجھا دیں گے
ولے یہ آگ تو پانی سے بھڑکی اور بھی دوٗنی
یہ چاہتی ہے تو، تپش دل! کہ بعدِ مرگ
کنج مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوٗں

۱۲۔ کچھ الفاظ کی قدیم املائی صورت کو برقرار رکھا گیا ہے۔ ان میں یہ تین الفاظ ''کد''، ''تروار'' اور ''پہرنا'' بمعنی پہنتا بھی ہیں۔ اس کا سبب وہ یہ قرار دیتے ہیں کہ قدیم اور معتبر نسخوں میں یہی حالت رائج ہے۔

۱۳۔ قدیم انداز املا میں ''ک/گ'' میں امتیاز برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔ فاضل مرتب نے ''گاف'' پر دو مرکز لگا کر

''کاف'' سے ممیز کیا ہے۔

اے رگِ ابر! یہ مژگاں بھی اگر ٹک برسیں
ایک پل میں کئی تالاب تو بھر جاتے ہیں

کیا سیر سب ہم نے گلزارِ دنیا
گلِ دوستی میں عجب رنگ و بو ہے

ڈاکٹر نسیم احمد نے دیوان کے آخر میں حواشی متن اور حواشی مقدمہ سے پہلے دو ضمیمہ جات بھی شامل کیے ہیں۔ ان ضمیموں میں کچھ مجہول الاعتبار اور غیر معتبر نسخوں اور بعض تذکروں سے اشعار ان کے حوالے کے ساتھ منقول ہیں۔ یہ ایسے اشعار ہیں جن کی کسی دوسرے معتبر ذریعے سے تصدیق ہو سکی ہے اور نہ ہی کوئی سند دستیاب ہے۔ فاضل مرتب نے مذکورہ تمام نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ اور اختلاف نسخ بھی نکالے ہیں۔ متنی اختلاف کو ''حواشی متن'' میں درج کیا ہے۔ ماسوائے ''نسخۂ ظہیر'' کے ''دیوان درد'' مرتبہ ظہیر احمد صدیقی والے نسخے کے اختلاف نسخ کو شامل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دیوان مذکورہ کا نسخہ اساسی جو ظہیر احمد کے پیش نظر رہا ہے، اس نسخے سے ڈاکٹر نسیم احمد نے براہِ راست استفادہ کیا ہے۔ دوسرا سبب وہ یہ بتاتے ہیں کہ مذکورہ نسخہ میں ایک تو الحاقی اور غیر معتبر کلام کی بہتات ہے جس کی وجہ سے سے کئی اسقام و اغلاط در آنے سے اس نسخے کا متن غیر اعتباری کا شکار ہو گیا ہے۔

فاضل مرتب نے متن کو ردیف وار حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور ردیف وار ہی غزلیات کو شمار کیا ہے۔ قطعات، ترکیب بند، مخمسات اور رباعیات کو بالترتیب غزلیات کے بعد درج کیا گیا ہے۔ ہر غزل، قطعہ، ترکیب بند، مخمس اور رباعی کے اشعار کی نمبر شماری کی گئی ہے۔ اسی نمبر شمار کے مطابق ہی ''حواشی متن'' اختلاف نسخ درج کیے گئے ہیں۔ اختلاف نسخ کہیں مفصل اور کہیں خاصے اختصار سے دیے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو، لوح و قلم کا

دیوان کی پہلی غزل اور مطلع دیوان سے متعلق حواشی متن میں یوں صراحت فرماتے ہیں:

''ردیف (الف) تمام نسخوں میں شامل ہے۔ نیز شعر نمبر ۱، ۵، (شمع، شکل)، ۱،۲،۵ (شوق) ۱، ۳، ۵، (گلزار) اور شعر نمبر ۱ (نغز) میں موجود ہے۔
۱۔ مقدور کسے ہے ترے (نقش، شوق، گلزار، شکل) وصیفوں کی (مط، د، گلزار) تیری

وصفوں کی (نص) لوح قلم (م)۔(۱۸)

رباعی کے ایک شعر کا اختلافِ نسخ ملاحظہ ہو:

اے درد! کیا بہت پر یکھا ہم نے
دیکھا یہ عجب ہی یہاں کا لیکھا ہم نے

ا۔بہت کیا (ل، پٹ، خد، کب، محمد، نص، آ، د، ر، مرکز، شمع، گل، دیکھا یہ عجب ہی یہاں کا لیکھا ہم نے (ب مخزن) دیکھا تو عجب ہے، یہاں کا لیکھا ہم نے (ص)، علی حسن، پٹ، ک) دیکھ تو عجب طرح کا۔ الخ (خد) دیکھا تو عجب یہاں کا لیکھا ہم نے (آغا، کب، شمع) دیھا تو عجب جہان کا (محمد، نص، مط، د) دیکھا یہ عجب ہے یاں کا (آ) دیھا تو عجب ہے یان کا (ر) دیکھا یہ عجب ہے یاں کا (مرکز)۔(۱۹)

دیوان کے شروع میں ڈائریکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ کے رسمی پیش لفظ کے بعد اردو کے نامور محقق رشید حسن خاں کا دیباچہ دیا گیا ہے۔ دیباچے میں کلامِ دردؔ کے مقام و مرتبے اور ''دیوان دردؔ'' کے تحقیقی ایڈیشن کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نسیم احمد کے کام پر بھی خاطر خواہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد مقدمہ مرتب کے عنوان سے نوّے (۹۰) صفحات کا مقدمہ دیا گیا ہے۔ مقدمہ میں میر دردؔ کی مختصر سوانح ''تصنیفات دردؔ'' اور فارسی و اردو ''دیوان دردؔ'' کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اس کے بعد ''تاریخ طباعت کلام درد'' کا زمانہ متعین کیا گیا ہے اور مطبوعہ نسخوں کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس تذکرہ کے بعد مذکورہ دواوین کا تحقیقی و لسانی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس جائزے میں دیوان کے ماخذات، ان کے مرتبین اور صحتِ متن پر بات کی گئی ہے۔ اس جائزے میں ''دیوان دردؔ'' کا پہلا قابلِ قدر انتخاب تذکرہ ''انتخابِ دواوین'' (مطبوعہ، ۱۸۴۴ء)، مرتبہ مولوی امام بخش صہبائی، نسخۂ صہبائی (۱۸۴۷ء) اور ''دیوانِ دردؔ'' کا ''نقشِ اوّل'' (۱۹۷۹ء) مرتبہ ڈاکٹر فضل امام پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ''کلام دردؔ کے چند قابل ذکر مطبوعہ نسخے'' کے عنوان کے تحت چھے نسخوں ''نسخۂ نظامی''، ''نسخۂ آسی''، ''نسخۂ محبوب المطابع''، ''دیوان دردؔ'' مرتبہ ''خلیل الرحمٰن داؤدی، ''دیوان دردؔ'' مرتبہ رشید حسن خان، اور ''دیوان دردؔ'' مرتبہ ظہیر احمد صدیقی کا تحقیقی و لسانی جائزہ لیا گیا ہے۔

مذکور نسخ کے متن کا موازنہ ''متن نسخہ ہائے قدیم'' سے کیا گیا ہے۔ اس کے بعد علامات نسخ اور ان تمام نسخوں کا جائزہ ہے، جن کو تدوین متن کے عمل کے دوران سامنے رکھا گیا ہے اور ان نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس قدر طویل دیباچہ اور تمام نسخ سے استفادہ کے عمل کو رشید حسن خاں کے جدید اور سائنٹفک طریق و تدوین کی روایت کا تسلسل قرار دیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر نسیم احمد نے پورے دیباچے کو نسخوں کے تعارف اور تحقیقی ولسانی جائزوں سے اس قدر گراں بار کر دیا ہے کہ رشید حسن خان، ڈاکٹر نسیم احمد کے کام کو سراہنے کے باوجود اس پہلو کی طرف واضح اشارہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں:

> میں ڈاکٹر نسیم احمد کی اس محنت اور اسی دیدہ ریزی کا اعتراف کرتا ہوں۔ جس سے انھوں نے ''دیوان دردؔ'' کی تدوین میں کام لیا ہے۔ اب اس محنت کرنے والے اور بہ قول شخصے آنکھوں کا تیل ٹپکانے والے اسکالر بہت کم ہیں۔ توقع کرتا ہوں کہ ان کے اس کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ توقع بھی کرتا ہوں کہ بہت کم مدت میں اس دیوان کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گا۔ جس میں مقدمہ مرتب کا از سر نو لکھا جائے گا۔ غیر ضروری نسخوں کے جائزوں کو ختم کر دیا جائے گا یا کم کر دیا جائے گا اور بعض امور پر نئے سرے سے غور کیا جائے گا۔ (۲۰)

خلیل الرحمٰن داؤدی تحقیق و تدوین کے دبستان لاہور سے تعلق رکھتے ہیں، اس دبستان میں تحقیق کا خاص وصف اور تحقیق و تنقید کا امتزاج ہے۔ دبستان لاہور کے محققین میں اہم نام حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر جمیل جالبی کا ہے۔ ان کی تحقیق و تدوین تحقیق و تنقید کے امتزاج کی حامل ہے۔ خلیل الرحمٰن داؤدی نے اپنے مرتبہ ''دیوان دردؔ'' کے مقدمہ میں تحقیق و تنقید کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔ مقدمہ دیوان میں نسخوں کے تعارف، ان کے مخففات اور اختلاف نسخ پیش کرنے کی کھکھیڑ میں نہیں پڑے۔ بلکہ پاورقی نوٹس پر ہی اکتفا کرتے نظر آتے ہیں۔ خلیل الرحمٰن داؤدی کا یہ مقدمہ میر دردؔ کی شخصیت، ان کی خاندانی روایات، خانگی ماحول، بزرگوں کے افکار اور ان کے عہد کے سیاسی و سماجی حالات کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مگر ان کے تحقیق و تدوین کے عمل سے متعلق خاطر خواہ معلومات مہیا کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر عظمت رباب لکھتی ہیں:

> کون سا نسخہ کس بنا پر اہمیت کا حامل ہے؟، کیا ان نسخوں کے متن میں کوئی فرق ہے؟ اس بارے میں کہیں ایک لفظ بھی درج نہیں کیا گیا۔ سوائے اس اطلاع کے کہ مرتب کے پاس دردؔ کی زندگی میں لکھا گیا مخطوطہ و مطبوعہ موجود ہے۔ ہمارے پاس اس نسخے کے حوالے سے کوئی معلومات نہیں پہنچتیں۔ (۲۱)

ڈاکٹر نسیم احمد تدوینِ متن کی رشید حسن خاں کی روایت سے جڑے محقق ہیں۔ رشید حسن خاں کی طرح جو تحقیق و تنقید کو دو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کرتے ہیں اور اپنا سارا زورِ قلم متن کی پرکھ اور تحقیقی و تنقیدی متن کی پیش کش پر صرف کرتے ہیں۔ رشید حسن خاں کے طریق تدوین کی پیروی کرتے ہوئے ''دیوانِ دردؔ'' کے تمام ممکنہ دستیاب مطبوعہ و

غیر مطبوعہ نسخوں تک رسائی ایک محقق کا پہلا فریضہ سمجھ کے کرتے ہیں۔ رشید حسن خان کی ڈگر پر چلتے ہوئے تمام نسخوں کا تحقیقی انداز میں تعارف اور املا و متن کا لسانی جائزہ وہ دوسرے فرض کے طور پر، احسن طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ ڈاکٹر نسیم احمد نسخ کی تلاش اوران کے جائزوں میں رشید حسن خاں سے بھی چار ہاتھ بڑھ گئے ہیں۔ جس طرح خلیل الرحمٰن داؤدی نے مقدمہ ''دیوان دردؔ'' کو میر دردؔ کی سوانحی کھتونی بنا کے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر نسیم احمد تمام مقدمہ میں بار بار نسخ کا جائزہ پیش کر کے اعتدال کھو بیٹھے ہیں۔ ان دونوں مرتبہ نسخوں کا تقابل تو ایک الگ مطالعے کا متقاضی ہے مگر ان نسخوں پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو ڈاکٹر نسیم احمد کا کام جدت اور سائنٹفک طریقِ تحقیق سے مزیّن ہے۔ کرن داؤد لکھتی ہیں:

> ان (ڈاکٹر نسیم احمد) کے مطابق تدوینِ متن میں قدیم مخطوطات کی بازیافت کا سائنٹفک مطالعہ، ان کے درجہ اسناد کا تعین ترتیب تصیح کے امور، منثور و منظوم ادب کے درجہ اسناد کا تعین ترتیب تصیح کے امور، منثور و منظوم ادب پارے جو تجارتی ضرورت کے تحت اصولِ تحقیق و تدوین کو مکمل طور پر بروئے کار لائے بغیر چھاپے گئے ہیں ان کی از سرِ نو ترتیب اس دائرہ کار میں شامل ہے۔ صحیح متن کی بازیافت اور اسے منشائے مصنف کے مطابق پیش کرنے کا عمل، نہایت صبر آزما اور مشکل کام ہے۔ اس کے لیے ان تھک محنت، کڑی ریاضت، پختہ ذہن، عمیق نظر، منصفانہ کردار، مستقل مزاجی اور بڑی دیانت درکار ہے۔ عجلت پسندی، سہل نگاری، سطحی ذوق اور ذاتی پسند ناپسند، اس کے لیے زہرِ قاتل ہے۔(۲۲)

''دیوان دردؔ'' مرتبہ، ڈاکٹر نسیم احمد کے مطالعہ سے آشکار ہوتا ہے کہ انھوں نے تدوینِ متن کا یہ کام پورے سائنٹفک طور پر، اَن تھک محنت، مستقل مزاجی اور پوری دیانت داری سے انجام دیا ہے۔ اس نسخے کی خاص بات یہ ہے کہ فاضل مرتب کی نظروں میں ''دیوان دردؔ'' مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی کے ساتھ ساتھ وہ نسخے بھی پیشِ نظر رہے ہیں، جن سے داؤدی صاحب نے استفادہ کیا ہے۔ سوائے اس قلمی نسخے کے جسے داؤدی صاحب ''حینِ حیات مصنف'' قرار دیتے ہیں اور اس بنیاد پر اسے اساسی نسخہ قرار دے کر اپنے سارے کام کی بنیاد اسی نسخے پر رکھتے ہیں مگر اس سب کے باوجود فاضل محقق اپنے اساسی نسخے سے متعلق خاطر خواہ معلومات دینے سے قاصر ہیں۔ کلام دردؔ کے تحقیقی ایڈیشن کی اشد ضرورت تھی۔ ڈاکٹر نسیم احمد کا مرتبہ ''دیوان دردؔ'' اس ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اب تک کلامِ درد کے متن پر اس سے بہتر کام سامنے نہیں آ سکا۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ''اردو ادب کی تاریخ''، (ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک)، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ص ۴۴، ۴۲، ۳۳۹۔

۲۔ ڈاکٹر نجیب جمال، ''اردو شاعری کی تہذیب: امیر خسرو سے غالب تک''، (بہاولپور: چولستان علمی و ادبی فورم، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۶

۳۔ پروفیسر شمیم حنفی، ''خواجہ میر دردؔ''، مشمولہ ''خواجہ میر دردؔ: حیات و خدمات''، مرتبہ ڈاکٹر رضا حیدر، (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۳
۴۔ خلیل الرحمٰن داؤدی، (مرتب)، ''دیوان دردؔ'' از خوجہ میر دردؔ دہلوی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، نومبر ۲۰۱۰ء)، ص ۵۱، اشاعت سوم
۵۔ ایضاً، ص ۱۱۰، ۱۰۹
۶۔ ایضاً، ص ۱۳۲، ۱۳۱
۷۔ ایضاً، ص ۱۴۳
۸۔ ایضاً، ص ۱۴۴
۹۔ ایضاً، ص ۱۴۵
۱۰۔ ایضاً، ص ۲۰۵
۱۱۔ ایضاً، ص ۲۳۸
۱۲۔ ڈاکٹر نسیم احمد، (مرتب)، ''دیوان دردؔ''، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۳ء)، ص ۶۰
۱۳۔ ایضاً، ص ۸۸، ۸۹
۱۴۔ ایضاً، ص ۶۰
۱۵۔ ایضاً، ص ۱۱۱
۱۶۔ ایضاً، ص ۲۵۴
۱۷۔ ایضاً، ص ۲۷۵
۱۸۔ ایضاً، ص ۲۴۳
۱۹۔ ایضاً، ص ۳۲۸
۲۰۔ ایضاً، ص ۲۰
۲۱۔ ڈاکٹر عظمت رباب، ''اردو تدوین، متن کی روایت''، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۲۴۲
۲۲۔ کرن داؤد، ''نادراتِ تحقیق''، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۱۷ء)، ص ۱۴۷

مآخذ

۱۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی تاریخ (ابتدا سے ۱۸۶۷ء تک)''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء
۲۔ داؤدی، خلیل الرحمٰن، مرتب، ''دیوان دردؔ''، از خواجہ میر دردؔ، لاہور: مجلس، ترقی ادب، نومبر ۲۰۱۰ء، اشاعت سوم،
۳۔ داؤد، کرن، ''نادراتِ تحقیق''، ملتان، بیکن بکس، ۲۰۱۷ء
۴۔ شمیم حنفی، پروفیسر، ''خواجہ میر دردؔ''، مشمولہ ''خوجہ میر دردؔ: حیات و خدمات''، مرتبہ ڈاکٹر رضا حیدر، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۱۰ء
۵۔ عظمت رباب، ڈاکٹر، ''اردو تدوین، متن کی روایت''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء
۶۔ نسیم احمد، ڈاکٹر، مرتب، ''دیوان دردؔ''، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۳ء
۷۔ نجیب جمال، ڈاکٹر، ''اردو شاعری کی تہذیب، امیر خسرو سے غالب تک''، بہاول پور: چولستان علمی و ادبی فورم، ۲۰۱۰ء